

نظرات

حکومت کی یقین دہانی پر جمیعت علماء ہند نے تو اپنی ملک و ملت بچاؤ تحریک واپس لے لی، لیکن مسلم لیگ نے اپنی تحریک جاری رکھی، وہ چند روز تک روزانہ اپنا جتھہ بھیجتی رہی جو سول نافرمانی کا ارتکاب کر کے گزرتا رہتا رہا اور رہا ہوتا رہا۔ لیکن یہ عجیب و غریب قسم کی خاموش تحریک سول نافرمانی تھی اس سے ایوان حکومت میں زلزلہ تو کیا آتا! کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی، نہ پبلک میں اس کا تذکرہ سنا اور نہ اخبارات میں اس کا چرچا دیکھا، گویا یہ تحریک دیوانہ کا ایک خواب تھا جو نہ دیدنی ہوتا اور نہ شنیدنی، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس طرح کی چھپوری باتوں اور ضعیف الحریکتوں سے فائدہ کیا اور ان سے غرض کیا ہے؟ یہ محسوس کر کے سخت دکھ اور رنج ہوتا ہے کہ آج ملک کو آزادی سے ہم کنار ہوئے ۳۵ برس بیت گئے لیکن مسلمان اب تک فیصلہ نہیں کر سکے ہیں کہ اس ملک میں ان کا سیاسی موقف کیا ہونا چاہیے۔

موصول آزادی کے چند ماہ بعد ہی مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھنؤ میں مسلمانوں کا جو ایک نہایت اہم اور عظیم الشان کنونشن منعقد کیا تھا اس میں مولانا نے بڑی صراحت اور صفائی سے فرمایا تھا کہ اب ہندوستان میں فرقہ وارانہ سیاست کے لیے پروان چڑھنے اور پنپنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلئے مسلمانوں کے فرقہ وارانہ سیاسی اداروں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ اب وہ اپنے کاموں کو مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی و ثقافتی امور و مسائل تک محدود رکھیں اور اگر وہ سیاسی کام کرنا چاہیں تو اس مقصد کے لیے مشترکہ اور جمہوری ادارے قائم کریں، اس سلسلہ میں مولانا نے ایسے مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم کا

نام تجویز کرتے تھے یہی فرمایا تھا: ”مثلاً انجمن اتحاد و ترقی“ فرقہ وارانہ سیاست کے جو عظیم نقصانات اوداس راہ میں جو خطرات ہیں مولانا نے تقریر میں ان پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی تھی۔ کنونشن کے اس خطاب عام کے علاوہ راقم نے متعدد پرائیویٹ مجلسوں میں بھی بعض اکابر زعماء و علماء کی موجودگی میں مولانا ابوالکلام آزاد کو ان کے مخصوص لب و لہجہ میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے مذہب اور ان کے کلچر کا سوال ہے مسلمانوں کو اس پر سختی سے حائل اور ان کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں رہنا چاہئے، اوداس معاملہ میں کسی کے ساتھ (COMPROMISE) کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ملی تشخص کا تعین اس کے بغیر ممکن نہیں ہے، البتہ ایک جمہوری ملک میں اقلیت کے لیے فرقہ وارانہ سیاست کی راہ بڑی خطرناک ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تقسیم سے پہلے مسلمانوں کی فرقہ وارانہ سیاست سے ان کو فائدہ ہوا یا نقصان؟ اس سے بحث نہیں اور نہ ابھی وقت آیا ہے کہ اس سوال کا کوئی قطعی جواب معلوم ہو سکے، لیکن اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسرا مشورہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے مولانا کے مشورہ کی دراپرواہی نہیں کی، انھوں نے اسے اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم کے بعد سے اب تک زمین و آسمان زیر و زبر ہو گئے لیکن مسائل جو ملک کی سیاست کا جزو لاینفک ہیں اور جن کو پارلیمنٹری سیاست کہتے ہیں، ان پر بھی غور و فکر کرنے کا مسلمانوں کا ڈھنگ نہیں بدلا۔ ان کا یہ ڈھنگ فرقہ وارانہ طرز فکر کی آمیزش سے اب تک یکسر مبرا اور پاک و صاف نہیں ہو سکا ہے، چنانچہ مسلم لیگ اب تک قائم ہے۔ تقسیم کے بعد ایک نئی سیاسی جماعت بنی تو اس کا نام بھی ”مسلم مجلس“ ہوا۔ کوئی بتائے کہ ان دونوں جماعتوں نے اب تک مسلمانوں کی کونسی اور کیسی قابل ذکر خدمت انجام دی ہے، یا ان سے مستقبل میں کس فائدہ کی توقع کی جاسکتی ہے، مسلم مجلس مشاورت کا آغاز بڑے طنطنہ اور جوش و خروش سے ہوا تھا۔ لیکن اس نے بھی مسلمانوں کی کیا خدمات انجام دیں اور اب وہ ہے بھی تو کہاں؟

اس مجلس کے صدر سے میں نے بابل کہا کہ اس کے نام سے ”مسلم“ کا لفظ نکال دیا جائے تو یہ زیادہ فعال اور متحرک ہو سکتی ہے اور جناب صدر نے ہر بار مجھ سے ذاتی طور پر اتفاق رائے بھی کیا لیکن ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ ان کے ساتھ اس کے لیے آمادہ نہیں ہیں۔

ان تمام باتوں سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے مولانا ابوالکلام آزاد نے انہیں جو مشورہ دیا تھا انہوں نے اس کی پروا نہیں کی اور اس کی روشنی میں اب تک اپنا کوئی ایسا سیاسی موقف متعین نہیں کر سکے ہیں جو ان کے لیے ضروری ہے، ہمارے نزدیک ان کی موجودہ شکایات کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔

افسوس ہے پچھلے دنوں ہمارے نہایت فاضل دوست لفٹنٹ کرنل خواجہ عبدالرشید کالاہور میں، اور مولانا محمد رفیع صاحب کا انتقال دیوبند میں ہو گیا، اول الذکر پر تو ایک مضمون برہان کی آئندہ اشاعت میں شائع ہو گا۔ مولانا محمد رفیع صاحب حضرت شیخ الہندؒ کے نواسے تھے، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور پختہ استعداد کے عالم تھے ان کے والد ماجد مولانا محمد شفیع صاحب جو علم و عمل، تقویٰ و لمہارت اور فقر و درویشی میں سلف صالحین کے نمونہ تھے۔ عرصہ دراز تک مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس رہے، مولانا محمد رفیع بھی عمر بھر اس مدرسہ میں استاد رہے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد مدرسہ کے ناظم بھی ہو گئے تھے۔ عملاً نہایت صالح، عابد و پرہیزگار، خوش پوشاک اور خوش اخلاق تھے، عمر ۸۰ برس کی ہوئی۔

اللہم اغفر لہ و لرحمہ